اعتراضات کے جواب

ڈاکٹر خورشید احمد فارق، پروفیسر عربی، دہلی یونیورسٹی

اعتراض: میں نے تاریخ اسلام میں ابن ابی الحدید کی شرح نہج البلاغہ کے حوالے دیے ہیں جو شیعی تھا اور شیعی نقطۂ نظر کا ترجمان، جس کے بیانات سُنیوں کے لیے مستند اور قابل قبول نہیں ہو سکتے۔

ابن ابی الحدید غیر حزبی ذہنیت کا ایک معتزلی عالم تھا جسے تحقیق سے دلچسپی تھی اور جو واقعات و اشخاص کی صحیح تصویر بنانے کے لئے مستند ماخذوں سے رجوع کیا کرتا تھا۔ وہ اس حد تک شیعی تھا کہ علی حیدرؓ کو شیخین سے افضل قرار دیتا تھا اور یہ بھی اس لیے کہ وہ بغداد کے بُویہی دربار میں اعلیٰ عہدے پر فائز تھا اور دربار کا بیشتر عملہ مع وزیر علقمی شیعی تھا اور اسے اندیشہ تھا کہ اگر اس نے علی حیدرؓ کو شیخین سے افضل قرار نہیں دیا تو عہدہ ہاتھ سے نکل جائے گا، وزیر تیز دوسرے یا اثر درباری ناراض ہو جائیں گے اور اسے نقصان پہنچانے کے درپے۔ شرح نہج البلاغہ کے تفصیلی مطالعے سے اس کی غیر جانبداری ظاہر ہو جاتی ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ حدیثیں گھڑنے کی ابتدا، اُموی دور میں شیعوں کی طرف سے ہوئی۔ وہ بڑے پیمانے پر علی حیدرؓ کی منقبت اور خلافت کے لیے ان کا استحقاق ثابت کرنے کے لئے حدیثیں گھڑنے لگے تھے۔ ان کے جواب میں سُنی محدث

بھی شیخین کی منقبت اور خلافت کے لئے ان کے استحقاق کی تائید میں حدیثیں گھڑنے لگے۔ ابن ابی الحدید نے مطاعن ابی بکرؓ، مطاعن عمرؓ اور مطاعن عثمانؓ کے عنوانات سے شیعی متکلموں کے ان تینوں پر اعتراض تفصیل سے بیان کیے ہیں لیکن ساتھ ہی سُنّی متکلموں کی طرف سے اعتراضات کے جوابات بھی نقل کر دیے ہیں۔ اس نے ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کی حاکمانہ خوبیوں پر مستقل فصلیں سپرد قلم کی ہیں۔ ابن ابی الحدید کے بیانات پچانوے فیصد سے زیادہ اس کے اپنے آراء نہیں بلکہ اس نے معتبر غیر شیعی ارباب علم سے اخذ کیے ہیں جیسے قاضی مکہ زبیر بن بکار، ابن سعد، محمد بن اسحاق، قاضی واقدی، عوانہ بن حکم، عدی بن ہاشم، ابومنذر بن ہشام کلبی، ابولیقظان، ابوعبیدہ معمر، مدائنی، ابوجعفر طبری۔

۲۔ میں صحابہ کے نام سے پہلے "حضرت" کا لفظ نہیں لگاتا۔

وجہ یہ ہے کہ حضرت ایک درباری لفظ ہے جو صحابہ کے شایان شان نہیں۔ عباسی دور میں یہ لفظ خلیفہ، دربار اور سلطان کے معنی میں استعمال ہوتا تھا۔ کہا جاتا تھا: ھو فی الحضرۃ یعنی وہ خلیفہ کے حضور یا دربار میں ہے۔ یہ لفظ ہندوستان میں مغلوں کی حکومت کے دوران درباری اکابر کا تعظیمی لقب بن گیا اور دربار سے تعلق رکھنے والے بڑے لوگوں کے لیے بطور تعظیم بولا جانے لگا۔ اب نہ دربار ہے نہ خلیفہ، نہ سلطان نہ درباری اکابر اس لیے موجودہ حالات میں اس کا استعمال بالکل بے محل ہوگیا ہے اور صحابہ کو اس سے یاد کرنا انھیں اکثر ناخدا ترس اور بطن و فرج کے تقاضے پورا کرنے والے حکمرانوں کی صف میں کھڑا کرنے کے برابر ہے۔ میری رائے میں اس لفظ سے ان کی عزت گھٹتی ہے بڑھتی نہیں۔

۳۔ میری کتابوں میں کہیں کہیں کاتب کے سہو سے صحابی کے نام کے بعد رضؓ (رضی اللہ عنہ) کی علامت قلمبند ہونے سے رہ گئی ہے۔ اس پر بھی اعتراض کیا گیا ہے۔

ہندوستان میں رضؓ لکھنے پر اتنا زور دیا جاتا ہے جبکہ پرانے عرب مصنف جو صحابہ کے ہم قوم بھی تھے اپنی تحریروں میں صحابہ کے ناموں کے بعد بہت ہی کم رضؓ لکھنے کا التزام کرتے ہیں۔ وہ ابوبکرؓ بن ابی قحافہ، عمرؓ بن خطاب، علیؓ بن ابی طالب اور عثمانؓ بن عفان لکھنے کے بجائے اکثر ابوبکر، عمر، علی، عثمان لکھنے ہی پر اکتفا کرتے ہیں اس کے باوجود ان کا کوئی ہم قوم مسلمان ان سے مواخذہ نہیں کرتا۔ میں اپنی تحریروں میں بلا استثناء صحابہ کو صیغہ واحد کی بجائے جمع کے صیغے سے یاد کرتا ہوں جو ان کا احترام پوری طرح ظاہر کرتا ہے اور نام کے ساتھ ان کا لقب بھی دیدیتا ہوں۔ ابوبکرؓ صدیق، عمرؓ فاروق، عثمانؓ غنی، علیؓ حیدر۔ اگر سہواً کسی جگہ رضؓ رہ جائے تو اس پر مواخذہ کرنا درست نہیں ہے۔

۴۔ میں نے تاریخ اسلام میں لکھا ہے کہ ابوبکرؓ صدیق کی کوئی "چہیتی کنیز" نہیں تھی اور یہ تصریح ان کے حق میں سوء ادب کے برابر ہے۔ میری رائے میں سوء ادب کا کوئی پہلو اس تصریح میں مضمر نہیں ہے۔ عربی میں مالک کی من پسند کنیز کو جس سے وہ جنسی تعلق رکھتا ہو سُرّیہ کہا جاتا ہے، مجھے سُرّیہ کے لیے اردو میں چہیتی کا لفظ مناسب معلوم ہوا۔

۵۔ میں نے ابوبکرؓ صدیق کے حق میں "جنسی قناعت" کا لفظ استعمال کیا ہے جس سے بے ادبی ٹپکتی ہے۔ میری رائے میں اس سے بے ادبی ظاہر نہیں ہوتی۔ رسول اللہؐ نے اٹھارہ عقد کیے جن میں سے چھ پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچے۔ وفات کے وقت ان کی نو بیویاں زندہ تھیں اور ایک سُرّیہ۔ عمرؓ فاروق نے آٹھ عقد کیے، ان کی متعدد سراری بھی تھیں۔ عثمانؓ غنی نے نو عقد کیے، اُن کی ایک سُرّیہ بھی تھی۔ علیؓ حیدر نے آٹھ عقد کیے۔ ان کی سراری کی تعداد سترہ بتائی گئی ہے۔ بچے تیتیس سے اوپر تھے۔ رسول اللہؐ اور صف اول کے صحابہ کے مقابلے میں ابوبکرؓ صدیق نے کل چار عقد کیے، ہجرت کے بعد صرف دو۔ ان کی کوئی سُرّیہ بھی نہیں تھی اور بچے معدودے چند۔ اس پس منظر کو سامنے رکھ کر ان کے لئے "جنسی قناعت" کا لفظ استعمال کیا ہے۔

۶۔ ابوبکرؓ صدیق کی ظاہری نرمی کی تہ میں "آہنی سختی" مضمر تھی۔ میری اس تعبیر پر بھی اعتراض کیا گیا ہے۔ اس میں کوئی توہینی پہلو نہیں نکلتا۔ اس سے سختی کی شدت ظاہر ہوتی ہے۔ ان کی تاریخ میں ایسے معاملات کا جگہ جگہ ذکر آتا ہے جس سے اس تعبیر کی توثیق ہوتی ہے۔

چند مثالیں: مدینے کے پڑوسی قبیلوں نے رسول اللہؐ کی وفات پر جب مطالبہ کیا کہ ہمیں زکاۃ سے چھوٹ دی جائے ورنہ ہم مدینے پر چڑھائی کر دیں گے اور مدینے کی دفاعی طاقت مقامی فوج کی ایک مہم پر جانے کی وجہ سے اس وقت کمزور تھی تو بڑے صحابہ نے مشورہ دیا کہ باغی قبیلوں کا مطالبہ فوجی مہم کی واپسی اور دفاعی طاقت کے بڑھنے تک مان لیا جائے۔ ورنہ اس بات کا اندیشہ ہے کہ باغی قبیلے مدینے پر یلغار کر کے اسلامی حکومت کی بساط الٹ دیں۔ ابوبکرؓ صدیق نے بڑے صحابہ کا مشورہ نہیں مانا۔

(ب) قبیلۂ سُلیم کا ایک راہزن بڑا عرب فُجارہ گرفتار ہو کر ابوبکرؓ صدیق کے پاس لایا گیا تو انھوں نے اسے جلوانے کا حکم دیا جبکہ رسول اللہؐ نے جیسا کہ مشہور ہے آگ سے خطا واروں کو جلانے کی ممانعت کر دی تھی۔

(ج) انھوں نے سپہ سالار خالدؓ بن ولید کو حکم دیا تھا کہ طلیحہ کی فوج کے جتنے سپاہی گرفتار ہوں انھیں آگ میں جلا کر ہلاک کر دیا جائے۔ سپہ سالار نے گڑھے کھدوائے۔ ان کی فوج کے صحابہ نے پوچھا: ان کا کیا ہوگا تو سپہ سالار نے کہا: میں قیدیوں کو آگ میں جلاؤں گا۔ صحابہ نے اس پر اعتراض کیا تو خالدؓ بن ولید نے کہا کہ ابوبکرؓ صدیق نے مجھے لکھا ہے کہ اگر خدا فتح عطا کرے تو قیدیوں کو آگ میں جلا دینا۔ (تاریخ ردّہ صفحہ ۳۴)

(د) ابوبکرؓ صدیق کا خط سپہ سالار خالدؓ بن ولید کو جنگ یمامہ کے موقع پر مسیلمہ

کے قبیلے بنو حنیفہ کے بارے میں : اگر خدا تمھیں فتح عطا کرے تو خبر دار ان کے ساتھ نرمی سے پیش نہ آنا ۔ ان کے زخمیوں کا کام تمام کرنا ۔ ان میں سے جو بھاگ جائیں ان کا تعاقب کرنا اور جو تمھارے ہاتھ آجائیں انھیں قتل کر دینا اور آگ میں جلا دینا ۔ (تاریخ ردّہ صـ۷۶)

۷ ۔ میں نے اپنی بعض تصریحات کی سند کے لیے تاریخ اسلام میں حوالے نہیں دیے ہیں ۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ بہت سی کتابوں کے تقابلی مطالعے سے حالات، واقعات اور اشخاص کے بارے میں نتیجے نکلے ہیں جو ماخذوں میں صاف صاف قلمبند نہیں ہوئے ہیں بلکہ ان کے مطالعے سے مستنبط ہوتے ہیں ۔ مستنبط ہونے والے نتیجوں کو ماخذوں کی طرف منسوب کرنا علمی خیانت تھا ۔ مثلاً میں نے ایک تصریح یہ کی ہے کہ بنو ہاشم میں رسول اللہؐ کے التفات خاص، قرآن میں اُن کے لیے خُمس الخمُس کا حصہ مختص ہونے اور ان کی بڑھتی ہوئی دولتمندی سے رعونت پیدا ہو گئی تھی ۔ رسول اللہؐ کے التفات خاص، ہاشمی و مطلبی رشتے داروں کے ساتھ ان کی فیاضانہ داد و دہش اور ان کی دولتمندی کی تفصیل کتابوں میں موجود ہے لیکن کسی کتاب میں صاف صاف میں نے یہ تصریح نہیں دیکھی کہ ان میں رعونت پیدا ہو گئی تھی ۔ تاہم تقابلی مطالعے کے دوران اس کے بہت سے قرینے اور اشارے مجھے ملے جن میں سے صرف دو کا یہاں ذکر کرتا ہوں ۔

(الف) ابن ابی الحدید معتزلی قاضی زبیر بن بکار کی تالیف مُوفقیات کی سند پر:

ایک ملاقات کے دوران عمرؓ فاروق نے ابن عباسؓ سے کہا جو ایک باشعور جوان تھے اور سارے عباسی گھرانے میں جن سے عمرؓ فاروق مانوس تھے اور وہ عمرؓ فاروق سے:

ابن عباسؓ تمھیں معلوم ہے قریشی اکابر تمھیں کیا چیز دینے کے لئے تیار نہیں ہوئے؟

ابن عباسؓ : امیر المؤمنین، مجھے نہیں معلوم ۔ عمرؓ فاروق : انھیں یہ بات ناپسند تھی کہ

نبوت کے ساتھ خلافت تمہارے خاندان میں جمع ہو اور یہ دہرا اعزاز پاکر تم انھیں ٹھکرا دو اور خلافت کی مادی نعمتوں سے انھیں محروم کر دو۔ غیر ہاشمی اکابرِ قریش نے اپنے مفادات سامنے رکھ کر صحیح راہ اختیار کی کہ خلافت تمہیں نہیں ملنے دی اور ان کا یہ طریق کار ٹھیک تھا۔ کرِھت قریشُ ان تجتمع لکم النبوۃ والخلافۃ فتجحفوا الناس جحفاً، فنظرت قریش لانفسھا فاختارت ووُفقت۔

(ب) رسول اللہ کے ہاشمی ومطلبی رشتے دار قریش کے غیر ہاشمیوں سے شادی بیاہ کے رشتے قائم کرنا کسرِ شان سمجھتے تھے۔ رسول اللہ کے ہاشمی ومطلبی اقارب نے اپنے لڑکے اور لڑکیوں کی شادی ابوبکرؓ صدیق، عمرؓ فاروق، عثمانؓ غنی، ان کے حامیوں اور کسی انصاری کے لڑکے لڑکیوں سے نہیں کی، عمرؓ فاروق نے خلیفہ ہونے کے چند سال بعد علیؓ حیدر کی لڑکی اُم کلثوم سے شادی کی خواہش ظاہر کی تو وہ اس کے لئے تیار نہیں ہوئے۔ عمرؓ فاروق نے ضد کی اور ان کی طرف سے ان کے حامیوں نے بھی علیؓ حیدر پر دباؤ ڈالا تو بیس ہزار روپے اور بعض بچاس ہزار روپے کی خطیر رقم مہر طلب لے کر رشتے کے لیے تیار ہوئے۔

۔ ایک اعتراض یہ ہے کہ میں نے اپنے ماخذوں سے "صحاح ستہ" کو خارج رکھا ہے اور کسی جگہ بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ اور ابوداؤد کا حوالہ نہیں دیا ہے۔ میں نے صحاح ستہ کو ناقابلِ اعتماد سمجھ کر ایسا نہیں کیا ہے بلکہ ان سے قدیم تر کتابوں کے حوالے دینا زیادہ مناسب سمجھا جن سے خود بخاری وغیرہ معلومات اخذ کی تھیں جیسے طبقات ابن سعد، سیرۃ النبی ومغازی محمد بن اسحاق، مغازی موسیٰ بن عُقبہ، انساب قریش زبیر بن بکار، نسب قریش مصعب زبیری۔

۹۔ تاریخ اسلام میں بڑے صحابہ کے اختلاف، جھگڑوں اور ان کی پارٹی بندی کی روئداد پر اعتراض کیا گیا ہے اور ایک معترض نے لکھا ہے کہ صحابہ کے اختلاف اور جھگڑوں

کی باتیں بے سروپا ہیں۔

اختلاف اور جھگڑوں کا ذکر صحاح ستہ میں نہیں لیکن دوسری بہت سی قدیم اور مستند کتابوں میں موجود ہے۔

چند مثالیں: رسول اللہؐ کی وفات کے فوراً بعد انصار نے اپنے بڑے لیڈر سعدؓ بن عبادہ کو رسول اللہؐ کا جانشین اور خلیفہ بنانے کا فیصلہ کیا۔ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ انھوں نے رسول اللہؐ کو پناہ دی تھی اور کمزور اسلام کے پیرا اپنے خون اور پیسے سے مضبوط کیے تھے اور دوسری وجہ یہ تھی کہ انھیں اندیشہ تھا کہ اگر خلافت قریش کے ہاتھ آگئی تو ان کے ساتھ انصاف نہیں ہوگا اور معاشرے میں ان کا مرتبہ گر جائے گا اور خلافت کے مالی فائدوں سے محروم رہیں گے۔

(ب) رسول اللہؐ کے چچازاد بھائی، داماد اور ممتاز اسلامی خدمات کے حامل علیؓ حیدر خلیفہ ہونا چاہتے تھے اور جب ان کی بجائے ابوبکرؓ صدیق خلیفہ ہوگئے تو ناراض ہوکر انھوں نے بیعت نہیں کی اور ابوبکرؓ صدیق نیز ان کے مشیر دست راست عمرؓ فاروق کے تقاضوں اور دباؤ کے باوجود بیعت سے منحرف رہے اور چھ ماہ بعد جب ان کی بیوی اور رسول اللہؐ کی بیٹی فاطمہؓ زہرا کا انتقال ہوگیا جو انھیں بیعت سے باز رکھے ہوئے تھیں اور خود انھوں نے بھی محسوس کیا کہ ان کے حامی خلافت دلوانے سے قاصر ہیں تو انھوں نے بیعت کرلی۔

(ج) جب ابوبکرؓ صدیق اور ان کے حامی قریشی صحابہ انصار کو خلافت دینے کے لیے تیار نہیں ہوئے اور ابوبکرؓ صدیق کا انتخاب ہوگیا تو بڑے انصاری لیڈر اور امیدوار خلافت سعدؓ بن عبادہ نے نئے خلیفہ کی بیعت نہیں کی، ان کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دی اور بطور احتجاج گھر بار چھوڑ کر شام کے شہر حوران چلے گئے۔

(د) جو عرب عثمانؓ غنی کو معزول کرنا چاہتے تھے اور جنھوں نے ان کی حویلی کا محاصرہ

کرلیا تھا وہ سب سے بڑی تین چھاؤنیوں سے آئے تھے: بصرہ، کوفہ، فسطاط مصر۔ ان میں فسطاط کا جتھا سب سے بڑا تھا اور اسے علیؓ حیدر کی اخلاقی تائید حاصل تھی۔ بصرے اور کوفے کے جتھوں کو مالدار صحابیوں اور امیدوارانِ خلافت زبیرؓ بن عوام اور طلحہؓ بن عبید اللہ کی۔ فسطاطی جتھے کے بعض عرب ایک انصاری کی چھت سے عثمانؓ غنی کی حویلی میں گھس آئے اور انھیں قتل کر دیا۔ آنے والوں میں ایک جوان محمد بن ابی بکر بھی تھا جس کی بیوہ ماں اور ابوبکرؓ صدیق کی بیوی نے جب وہ دو سال کا تھا ابوبکرؓ صدیق کی وفات پر علیؓ حیدر سے شادی کرلی تھی۔ وہ علیؓ حیدر ہی کو اپنا باپ سمجھتا تھا اور انھیں خلیفہ بنانے کے لیے اس نے عثمانؓ غنی کے خلاف مہم چلا رکھی تھی اور ان کا خاتمہ کرنے کی غرض سے انصاری کی چھت سے اُتر کر سب سے پہلے اُسی نے عثمانؓ غنی پر وار کیا تھا۔

(۵) علیؓ حیدر کے حامیوں کی تعداد چونکہ زیادہ تھی اس لیے وہ خلیفہ منتخب ہوگئے۔ دوسرے دو امیدوارانِ خلافت زبیرؓ بن عوام اور طلحہؓ بن عبید اللہ نے جن سے زبردستی بیعت لی گئی تھی موقع ملتے ہی بیعت توڑ دی اور مدینہ چھوڑ کر اپنے حامیوں کے ساتھ علیؓ حیدر سے لڑنے بصرے چلے گئے۔ ان کے ساتھ ام المومنین عائشہؓ بھی ہوگئیں۔ ان کے علیؓ حیدر سے تعلقات کشیدہ تھے اور وہ اپنے ہم قبیلہ، چچازاد بھائی اور بہنوئی طلحہؓ بن عبید اللہ کو خلیفہ بنانا چاہتی تھیں۔ بصرے میں ان تینوں کے حامیوں کی علیؓ حیدر سے جنگ ہوئی جس میں ہزاروں مسلمان مع کثیر تعداد صحابہ کے مارے گئے۔

یہ چند مثالیں بلاشبہ بڑے صحابہ کے اختلاف اور جھگڑوں کو ظاہر کرتی ہیں۔ ان کا ذکر صحاح ستہ میں نہ سہی لیکن ان سے قدیم تر کتابوں میں موجود ہے۔ ان کتابوں کے مصنفوں نے مکے مدینے میں اخبار و آثار کے معتبر اور معاشرے کے مقبول و معزز لوگوں سے رسول اللہؐ اور صحابہ کے حالات اخذ کیے تھے۔ یہ مصنف خود بھی ثقہ تھے۔ ان میں سے کوئی ممتاز فقیہ تھا، کوئی مفتی، کوئی قاضی تھا، کوئی عالم حدیث۔ چند نام: محمد بن سعد

صاحب طبقات کبیر، محمد بن اسحاق صاحب سیرۃ النبی و مغازی، بلاذری مصنف انساب الاشراف، یعقوبی مصنف تاریخ، زبیر بن بکار مصنف انساب قریش و موفقیات، قاضی واقدی مصنف مغازی و طبقات، ابوجعفر طبری مصنف تاریخ الامم والملوک، ابن قتیبہ مصنف امامہ وسیاسہ۔

مرقوماتِ امدادیہ

جامع مکتوبات و مترجم: مولانا وحید الدین رام پوری

مقدمہ طبع جدید: ڈاکٹر نثار احمد فاروقی

حاجی امداد اللہؒ ہندوستان کے ان بلند پایہ علماء میں نمایاں حیثیت کے حامل تھے جنھوں نے ۱۸۵۷ء کی ناکام تحریک آزادی کے بعد، مغربی تعلیم و تہذیب کے زہریلے اثرات کو زائل کرنے کے لئے کامیاب جدوجہد شروع کی۔ یہ مجموعۂ مکاتیب حاجی صاحب کے ۱۶۱ خطوط پر مشتمل ہے جو انھوں نے اپنے شاگردوں اور معاصر علماء و فضلاء کے نام لکھے تھے۔ ابتداء میں ڈاکٹر نثار احمد فاروقی کا ایک نہایت مفید مقدمہ بھی شامل ہے جس میں حاجی صاحب کے حالات زندگی اور ان کی علمی و دینی خدمات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

کتابت و طباعت عمدہ، سائز ۲۰×۲۶/۸، صفحات ۱۷۸

مجلد پارچہ مع گرد پوش قیمت -/۱۸

بلا جلد -/۱۲

ندوۃ المصنفین، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی ۶